رضوان من الله اکبر

رضوان

لاہور



سید محمود احمد رضوی

مدیر مسئول:

اہلِ سنت وجماعت کا مذہبی ترجمان

قیمت /۳/-

اہل سُنّت وجماعت کا پاک و ہند میں اپنی شان کا واحد ترجمان

رضوان

پندرہ روزہ — لاہور

جلد نمبر ۹
شمارہ نمبر ۱۲
۱۵ جون ۱۹۵۷ء

قابل مطالعہ کتابیں

قانونِ شریعت: عقاید عبادات نماز روزہ حج زکوٰۃ نکاح طلاق خرید و فروخت اخلاق و عادات غرضیکہ پورا فقہ اسلامی کا مجموعہ بچے بوڑھے جوان سب کے لئے مفید اور آسان اردو میں ہے۔ قیمت حصہ اول -/۲ روپیہ حصہ دوم -/۳ روپیہ
جلد منگایئے ہندوستان سے صرف ۶ عدد نسخے آئے ہیں۔

نئی تقریریں: مفتی احمد یار خان صاحب کی متعدد آیات قرآنیہ کے ماتحت وعظ کا مجموعہ ۱/۸ روپیہ

امیر معاویہ پر ایک نظر: قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ کے فضائل و مناقب کا تذکرہ ۱/۸ روپیہ

عامل بنانیوالی کتاب: ہر مقصد و مطلب کے لئے تعویذات و عملیات ورد و وظائف کا بے نظیر مجموعہ۔ صفحات ۲۰۰ قیمت -/۶ روپے

اسلامی زندگی: پیدائش سے لیکر مرنے تک تمام رسوم کے متعلق شرعی احکام کا بیان ۱/۴ روپیہ

الکلام المقبول: سادات کرام کی فضیلت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ ۵ر

ترتیب:

مدیر مسئول: سید محمود احمد رضوی

چندہ: سالانہ -/۶ روپے
ششماہی ۳/۸ ″

سید محمود احمد رضوی پرنٹر پبلشر نے کوآپریٹو پریس لاہور میں چھپوا کر اندرون دہلی دروازہ لاہور سے شائع کیا۔

زمزمۂ نعت

رازِ جنونِ عشق کو افسانہ کر دیا — دل نذرِ جلوۂ رخِ جانانہ کر دیا
اظہارِ شانِ لطفِ کریمانہ کر دیا — ہر بے نوا کو صاحبِ کاشانہ کر دیا
چھینٹے اڑا اڑا کے شرابِ طہور کے — رندوں نے صحنِ خلد کو میخانہ کر دیا
شمعِ حریمِ روضۂ سلطانِ بدر نے — روشن چراغِ مجلسِ شاہانہ کر دیا
دنیا سے مجھ کو گنبدِ خضرا کے عشق نے — بیگانہ مثلِ سبزۂ بیگانہ کر دیا
رندو! نوید، ساقیِ کوثر کے فیض نے — بابُ السلام کو درِ میخانہ کر دیا
اب چلیے شغلِ نعت و مناقب کو اے ضیا — منجملہ مشاغل روانہ کر دیا

چراغِ طورِ حرم ہیں چمن میں پھول ہوں میں — نثارِ شمعِ جمالِ رخِ رسول ہوں میں
کہیں سکوں نہیں پاتا دلِ فراق نصیب — جدا مدینہ سے ہوں اس لئے ملول ہوں میں
ہے مدعا طلبی کی یہ دین - اثر بن کر — دعا کے ساتھ رواں تا درِ قبول ہوں میں
ہیں جذب مجھ میں بہاریں فضائے طیبہ کی — سدا بہار چمن کا وہ ایک پھول ہوں میں
مرے وقار پہ ہے اوجِ آسماں صدقے — ازل سے خاک نشینِ درِ رسول ہوں میں

حرم کی خاک نشینی نہیں نصیب ضیا
خرابِ ہند میں مٹی ہے خاک دھول ہوں میں

حضرت علامہ ضیاء القادری

لمحاتِ فکر

مسئلہ ایصالِ ثواب اور منکرینِ حدیث

قسطِ اوّل :

منکرین حدیث ایصالِ ثواب سے بھی منکر ہیں۔ گزشتہ دنوں مجھے ایک عزیز کے ہاں سمن آباد جانا پڑا۔ تو وہاں کچھ ایسے افراد بھی سے جو ایصالِ ثواب کو مذاق سمجھتے تھے۔ اور آیت لیس للانسان الا ما سعیٰ پڑھ کر ایصالِ ثواب کے عقیدہ کو باطل قرار دیتے تھے۔ اتفاق سے اس سلسلہ میں حضرت امام المفسرین سید المتکلمین شیخ الحدیث والتفسیر مولانا الحاج علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ ناظم و مہتمم دار العلوم انوار العلوم ملتان کا ایک مضمون نظر سے گزرا جس میں حضرت موصوف نے قرآن حکیم کی آیات سے اس مسئلہ کو حل فرمایا ہے۔ اور خوب فرمایا ہے۔ یہ گراں قدر مضمون ایک سوال کے جواب میں ہے جو قسط وار رضوان میں دیا جا رہا ہے۔ قارئین کرام انشاء اللہ العزیز اس مضمون سے ضرور محظوظ ہوں گے :

سوال : ماہنامہ "قائد" رجب المرجب ۱۳۶۹ھ کے باب الاستفسار میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مجیبِ محترم نے زیرِ ترجمہ و تفسیر آیہ کریمہ لیس للانسان الا ما سعیٰ تحریر فرمایا ہے کہ :

٭ "آیہ مبارکہ باعتبار اپنے مرادی معنیٰ کے دار آخرۃ سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ آخرت میں انسان کو انہی نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ جو اس نے بذاتِ خود کی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ نیکیاں کسی کی ہوں اور بدلہ دوسرے کو مل جائے۔

٭ ہاں ! یہ علیحدہ امر ہے کہ کوئی شخص اپنی نیکیوں کا ثواب کسی دوسرے کو ہبہ کر دے اور اس کے ہبہ کرنے کی وجہ سے دوسرے کو اس کی نیکیوں کا ثواب پہنچ جائے۔ یعنی نیکی کرنے والے کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کی نیکی کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔"

٭ آیۂ شریفہ کے متعلق باقی تصریحات جیسا کہ ظاہر ہے بالکل موجب اطمینان ہیں۔ لیکن اس وقت جس چیز سے اشکال کی صورت پیدا ہو کر مجبوراً "چند معروضات خدمتِ والا میں پیش کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہے۔ وہ ایک مسلمان کا اپنی نیکیوں کا ثواب کسی دوسرے کو ہبہ کر دینے سے متعلق ہے۔ یعنی ایک مسلمان اپنی حیاتِ مستعار میں کوئی نیک کام تو خود کرے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرے کہ میں نے جو نیک کام کیا ہے اس کا ثواب جو مجھ کو ملنا چاہیئے وہ فلاں شخص کو ملے۔ یا کوئی مسلمان کوئی نیک کام کرے اسی نیت سے اور اللہ تعالےٰ سے یہ کہہ کر کہ میں یہ کام فلاں مسلمان کی طرف سے کر رہا ہوں اس لئے اس کا ثواب اسی کو ملے۔

٭ ان دونوں طریقوں سے ایصالِ ثواب کے متعلق جو چند شبہات و ترددات قلب پر وارد ہوئے ہیں۔ چند لفظوں میں عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ تاکہ اگر یہ خیالات غلط فہمی پر مبنی ہوں تو اصلاح ہو جائے۔

٭ **سوال** یہ ہے کہ عبادت۔ نماز۔ روزہ۔ تلاوت۔ حج۔

زکوٰۃ، صدقات۔ قربانی وغیرہ اعمالِ صالحہ سے غرض نفس کو پاک کرنا ہے یا نہیں ؟ کیونکہ آخرۃ کی کامیابی نفس کی پاکیزگی پر موقوف ہے۔ (قد افلح من تزکیٰ)

اوامر الٰہیہ کی بجا آوری اور نواہی سے بچنا سن بلوغ سے مرتے دم تک ہر مسلمان کے لئے حتی الوسع لازمی چیز ہے۔

اب جو مسلمان اپنی مدتِ عمر میں اپنے صحیح عقائد کے ساتھ اگر نیک عمل کرتا رہا اور دنیا سے با ایمان اٹھا (الاعتبار بالخواتیم) تو یا تو وہ مقربوں سے ہے۔ یعنی السابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ میں ہے اور رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ والی جماعت میں شامل ہے یا اصحاب الیمین میں ہے۔ یعنی وآخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئاً۔ تو ان کے لئے بھی وعدہ الٰہی ہے کہ عسی اللہ ان یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم۔

اہل جنت اور نیکوکار لوگوں کی یہی تقسیم ہے اسی کے ساتھ قرآن حکیم کی تعلیم یہ بھی ہے کہ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ (النجم آیت ۳۹) اور من عمل صالحاً فلنفسہ (حم سجدہ آیت ۴۶)۔ اور کل امرئٍ بما کسب رھینٌ (والطور آیت ۲۱) ان تینوں آیتوں سے تین باتیں صاف ثابت ہو رہی ہیں :——

۱۔ انسان کا حق اپنی ہی کوشش اور عمل پر ہے۔ دوسرے کی کوشش اور عمل پر نہیں۔

۲۔ جو شخص بھی نیک عمل کرتا ہے اس کا نفع اسی کرنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو نہیں۔

۳۔ ہر شخص اپنے کسب و عمل میں رہن ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری نماز ہمیں کو برائی اور بے حیائی سے روک سکتی ہے۔ ہمارے روزے ہم ہی میں تقویٰ پیدا کر سکتے ہیں۔ اور ہماری تلاوت قرآن ہمارے ہی دل کو اللہ کی یاد کی طرف لگا کر ہمارے ہی ایمان میں زیادتی پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرح دیگر نیک عمل جو ہم کرتے ہیں اس سے ہمارا ہی تزکیہ نفس ہوتا ہے جو ہم ہی کو رضا و رحمتِ الٰہی کے قریب لے جا کر مستحقِ فلاح و نجات ٹھہراتا ہے۔

غرض کہ نفس کا پاک ہونا عبادت کے صحیح ہونے پر موقوف ہے اور عبادت کا صحیح ہونا نفس کے پاک ہونے کے بغیر معتبر نہیں کہا جاتا ہے کہ کتنے لوگوں کی نمازیں اور روزے قیامت میں ان کے منہ پر پھینک دیئے جائیں گے یعنی قبول نہ ہوں گے۔ کیوں کہ ان کے اثر سے نفس کو پاکیزگی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ جو اصل مقصود تھا۔ اور ان کے سب عمل دکھاوے کے تھے (فالعیاذاً باللہ)

اب اگر ہم یہ چاہیں کہ برائی یا بے حیائی سے رک کر جو پاکیزگی ہم میں پیدا ہوئی ہے یا جو تقویٰ ہم میں آگیا ہے خدا کا خوف یا ایمان کی زیادتی جو ہم کو حاصل ہوئی ہے ان چیزوں کو کسی دوسرے کی طرف کسی طرح پہنچا دیں۔ تو یہ دعائے محال ہے اور ناممکن بات کی دعا بالکل منع ہے۔ خصوصاً جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ انسان کا حق اپنی ہی کوشش و عمل پہ ہے اور جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرتا ہے اس کا نفع اسی کو حاصل ہوتا ہے دوسرے کو نہیں اور یہ کہ ہر شخص اپنی کمائی میں گرو ہے اللہ تعالیٰ ہی اپنے بیان کردہ قرآنی اصول کے مطابق اس گرو کو توڑ سکتا ہے۔

کوئی شخص بطور خود کسی ایسے طریقے سے جو اللہ تعالےٰ نے نہیں بتایا اس کو نہیں توڑ سکتا۔ قرآن پاک میں جس طرح عام مرے ہوئے مسلمان کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کی تعلیم فرمائی گئی ہے کیا اسی طرح اپنی نیکیوں کا ثواب ہبہ کر دینے کی تعلیم بھی موجود ہے۔ عام مسلمان نہیں تو کم از کم عزیز رشتہ داروں اور والدین کے لئے ثواب پہنچانے کا حکم ہے؟

* دعائے رحمت و مغفرت جو بارگاہِ الٰہی میں ایک سفارش ہے اس میں اور اجر و ثواب منتقل یا ہبہ کرنے میں کوئی فرق ہے؟

* براہِ کرم اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمائیے۔ اگر استدلال قرآن حکیم کی روشنی میں ہو تو اصولی طور پر زیادہ اطمینان کا باعث ہوگا! بینوا و توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ۔

* "قائد" چند ماہ سے باقاعدہ نظرِ مطالعہ سے گزر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اس کی پُرخلوص خدمات ملک و ملّت کے لئے مفید ثابت ہوں۔ اور "قائد" اپنے مقاصد میں کامیاب ہو۔

* عریضہ زیرِ نظر ایک استفتاء ہے۔

بہتر یہی ہوگا کہ "قائد" کی تازہ اشاعت میں باب الاستفسار میں جگہ دے کر جواب سے سرفراز فرمائیں۔ فجزاکم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء۔

مجبوب احمد غزکہ

جواب

آپ کے سوال کا منشا اور مبنی یہ ہے کہ ہر عبادت، تقویٰ۔ طہارت۔ اور تمام نیکیوں کا ثواب اور ان کے نتائج و اثرات اسی شخص کے لئے مخصوص ہیں جو ان کا عامل یعنی کرنے والا ہے۔ غیر عامل کے لئے بغیر کچھ کئے کسی نیکی کا ثواب یا اس کے فوائد کا حصول کسی طرح ممکن نہیں۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں آپ نے تین آیات لکھیں ہیں۔

۱۔ وان لیس للانسان الا ما سعٰی۔
۲۔ من عمل صالحاً فلنفسہٖ
۳۔ کل امرئٍ بما کسب رھین

آپ نے لکھا ہے ان تین آیتوں سے تین باتیں صاف ثابت ہو رہی ہیں:

۱۔ انسان کا حق اپنی ہی کوشش اور عمل پر ہے دوسرے کی کوشش اور عمل پر نہیں۔
۲۔ جو شخص بھی نیک عمل کرتا ہے اس کا نفع اسی کرنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے کسی دوسرے کو نہیں۔
۳۔ ہر شخص اپنے کسب و عمل میں رہن ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کی نیکی اور کوشش دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی اس لئے ایصالِ ثواب بھی ممکن نہیں۔ میں عرض کروں گا کہ ان آیتوں سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ قرآن مجید کی دوسری بکثرت آیاتِ بینات اور بے شمار احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ
(پ ۳ سورہ بقر رکوع ۲ آیت ۳۴)

"وہ کون ہے جو بارگاہِ ایزدی میں اس کے اذن کے بغیر شفاعت کرے۔"

معلوم ہوا کہ اذن والے شفاعت کریں گے اور وہ انبیا علیہم السلام اور ملائکہ کرام اور مومنین عظام ہیں۔ ظاہر ہے کہ شفاعت بھی ایک عمل ہے اور شفاعت کے ذریعہ

ان لوگوں کو فائدہ بھی ضرور پہنچے گا جن کے حق میں شفاعت ہو گی۔ ورنہ شفاعت لغو اور بے سود قرار پائے گی۔ نعوذ باللہ

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ عالم آخرت میں ایک کے عمل سے دوسرے کو ضرور نفع پہنچے گا۔

۲۔ ومن الاعراب من یومن باللّٰہ والیوم الآخر و یتخذ ما ینفق قربات عند اللّٰہ و صلوات الرسول الا انھا قربۃ لھم سیدخلھم اللّٰہ فی رحمتہ ان اللّٰہ غفور رحیم ۰

(پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱ : ۱۲)

* "کچھ گاؤں والے ایسے ہیں جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں خبردار ہو جاؤ وہ ان کے لئے باعث قرب ہے اور جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

* اعراب جو کچھ خرچ کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ کی نزدیکیوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل کو مقام مدح میں بیان فرما کر اس کے جواز پر نص فرمائی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دعائیں بھی عمل ہیں۔ اور اگر وہ دعائیں ان کے حق میں مفید نہ ہوتیں تو ان کو حاصل کرنے کے لئے ذریعہ تلاش کرنا عبث تھا اور فعل لغو اور عبث مدح کے قابل نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی مدح و ستائش فرما رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ لغو و عبث نہیں بلکہ مفید ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

۳۔ وصلی علیھم ان صلوتک سکن لھم۔ (سورہ توبہ)

* "پیارے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے دعائے خیر فرمائیے۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے سکون ہے۔"

* اگر ایک عمل دوسرے کے لئے مفید نہ ہو سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارک آپ کے غلاموں کے حق میں مطلقاً سکون و اطمینان کا موجب کیونکر ہو سکتی ہیں۔

۴۔ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔ (سورہ ابراہیم)

* اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی۔ ابراہیم بارگاہ صمدیت میں عرض کرتے ہیں:

* "اے اللہ میری اور میرے والدین کی اور ایمان والوں کی مغفرت فرما جس دن حساب قائم ہو۔"

* دعا عمل ہے اور ظاہر ہے کہ مومنین کے حق میں دعائے مغفرت خصوصاً حضرات انبیا علیہم السلام کی ضرور مقبول ہے اور اس دعا کے مقبول ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مومنین کی مغفرت ہو اور اس دعا سے انہیں فائدہ پہنچے۔ ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

۵۔ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحاً۔ (سورہ کہف)

* "دیوار کے نیچے ان (دونوں یتیم بچوں) کا خزانہ تھا اور ان کا باپ مرد صالح تھا۔"

* حضرت خضر علیہ السلام کا دو یتیم بچوں کے خزانہ کی حفاظت کے لئے دیوار کو سیدھا کر دینا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے تھا۔ ورنہ جملہ وکان ابوھما صالحاً بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

معلوم ہوا کہ ایک کے اعمال صالحہ دوسرے کے حق

Scanned with CamScanner

میں مفید ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت محمد بن منکدر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

۶۔ الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ ویستغفرون للذین آمنوا۔ (سورہ مومن)

پ "وہ فرشتے جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے آس پاس ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں اور اس پر ایمان لائے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔"

پ فرشتے معصوم ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں امر الٰہی سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے۔

"ویفعلون ما یومرون۔ فرشتے وہ کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم کیا جاتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ امر الٰہی سے وہ مومنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ دعا فرشتوں کا عمل اور ایمان والوں کے حق میں یقیناً مفید ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

۷۔ والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ (سورہ حشر)

پ "وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔"

پ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے بعد آنے والے مومنین کی دعا نقل فرمائی ہے جن میں قیامت تک پیدا ہونے والے مومن داخل ہیں۔ ان سب کی دعائیں اپنے سے پہلے مسلمانوں کے حق میں وارد ہیں اور وہ ان کے لئے یقیناً مفید ہیں۔ یہ بات بارہا بتائی جا چکی ہے کہ دعا بھی عمل ہے لہذا اس آیہ مبارکہ سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

بخوف طوالت صرف سات آیات پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ قرآن مجید میں اور آیتیں بھی اس مضمون پر بکثرت موجود ہیں۔

عمل غیر سے فائدہ پہنچنے کے ثبوت میں چند حدیثیں بھی تحریر کرتا ہوں۔ تاکہ مسئلہ اچھی طرح سے واضح ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱: عن عائشۃ قالت ان رجلا قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسھا واظنھا لو تکلمت تصدقت فھل لھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم۔ متفق علیہ۔

پ "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! میری والدہ کا انتقال اچانک ہو گیا۔ میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتی تو صدقہ کرتی! تو کیا اس کے لئے اجر ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں!" یہ حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے۔

پ مطلب واضح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مضمون

حدیث اثبات مدعا میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

حدیث نمبر ۲ : عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یا عائشۃ ھلمی المدیۃ ثم قال اشحذیھا بحجر ففعلت ثم اخذھا واخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ ثم قال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وآل محمد ومن امۃ محمد ثم ضحی بہ۔ (رواہ مسلم)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ چھری لاؤ۔ پھر فرمایا کہ اسے پتھر سے تیز کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کے لٹایا۔ پھر اسے ذبح فرمایا اور فرمایا بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وآل محمد ومن امۃ محمد اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں۔ اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد وامۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے قبول کر۔" اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

اگر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزا میں مقید ہے اور کسی کو کسی کے نیک عمل سے کوئی فائدہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے متعلق یہ کیوں فرمایا کہ اے اللہ قبول کر محمد اور آل محمد اور امۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے۔

حدیث نمبر ۳ : وفی روایۃ احمد وابی داؤد والترمذی اللھم ھذا عنی وعمن لم یضح من امتی۔

"امام احمد۔ ابو داؤد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔"

حدیث نمبر ۴ : عن ابن عباس ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امہ توفیت اینفعھا ان تصدقت عنھا قال نعم (رواہ البخاری)۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں فوت ہو گئی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ اس کو نفع دے گا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں نفع دے گا۔" (اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا)

معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کی نیکی کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچتا ہے اور مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مردوں کو ثواب پہنچائیں۔

حدیث نمبر ۵ : عن عثمان قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ بالتثبیت فانہ الان یسئل۔ (رواہ ابوداؤد)

• "حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو ٹھہر جاتے اور صحابہ کرام سے فرماتے اپنے بھائی کے لئے طلب مغفرت کرو۔ پھر اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔"

• اگر کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کے عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو میت کے لئے استغفار اور دعا کا حکم کیوں دیا؟

حدیث نمبر ۶ : روی الدارقطنی ان رجلا سالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فقال کان لی ابوان ابرھما حال حیاتھما فکیف ببرھما بعد موتھما فقال صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان من البر بعد الموت ان تصلی لھما مع صلوٰتک و ان تصوم لھما مع صومک۔

• "دارقطنی نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے دریافت حال فرمایا تو اس نے کہا۔ کہ حضور! میرے والدین تھے میں ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کیا کرتا تھا اب ان کے مرنے کے بعد کس طرح ان کے ساتھ نیکی کروں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ موت کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھ۔ اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھ۔ یہ حدیث دارقطنی کی ہے۔"

(شامی جلد ۲ صـ ۳۲۵ سے نقل کی گئی)

حدیث نمبر ۷ : عن انس قال یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا نتصدق عن موتانا و نحج عنھم و ندعو لھم فھل یصل ذالک لھم قال نعم انہ لیصل الیھم و انھم لیفرحون بہ کما یفرح احدکم بالطبق اذا اھدی الیہ. رواہ ابو حفص العکبری۔

• "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہم اپنے مُردوں کی طرف سے خیرات کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ حضور! کیا یہ سب کچھ انہیں پہنچتا ہے؟ سرکار نے فرمایا۔ ہاں بے شک، وہ انہیں ضرور پہنچتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اسی طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تمہاری طرف جب کوئی طبق ہدیہ کیا جائے اور تم اس سے خوش ہوتے ہو۔ اس حدیث کو ابو حفص العکبری نے روایت کیا۔ اور یہ شامی جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ سے نقل کی گئی۔"

• ہمارے دعوے پر بکثرت احادیث موجود ہیں۔ مگر بخوفِ طوالت صرف سات حدیثوں پر اکتفا کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک یہ بات بھی عرض کر دوں کہ اگر یہ نظریہ درست تسلیم کر لیا جائے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچتا اور کسی کی نیکی سے کسی دوسرے کو نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو مسلمانوں کے وہ ناسمجھ اور شیر خوار بچے جو بچپن میں فوت ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک بھی جنت میں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ نہ وہ ایمان لائے نہ انہوں نے نیک عمل کئے۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے گناہ نہیں کئے اس لیے وہ جنتی قرار پائے تو میں عرض کروں گا کہ

(باقی صـ ۱۱ پر)

تفسیر القرآن

اصل نیکی کیا ہے؟ اور نیکی کے چھ طریقے!

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى
وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ
وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج
وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
وَحِیْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ
صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: "کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں پر اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔"

تفسیر: یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی۔ کیونکہ یہود نے بیت المقدس کے مشرق کو اور نصاریٰ نے اس کے مغرب کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ اور ہر فریق کا گمان تھا کہ صرف اس قبلہ کی طرف ہی منہ کرنا کافی ہے۔ اس آیت میں ان کا رد فرما دیا گیا۔ کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ ہو گیا۔ (مدارک)

مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ خطاب اہل کتاب اور مومنین سب کو عام ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ صرف رو بقبلہ ہونا اصل نیکی نہیں جب تک عقائد درست نہ ہوں اور دل اخلاص کے ساتھ رب قبلہ کی طرف متوجہ نہ ہو۔

ان آیات میں نیکی کے چھ طریقے ارشاد فرمائے۔ ایمان لانا۔ مال دینا۔ زکوٰۃ دینا۔ عہد پورا کرنا۔ صبر کرنا۔

ایمان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو اللہ پر ایمان لائے کہ وہ حی و قیوم علیم و حکیم۔ سمیع و بصیر۔ غنی و قدیر۔ ازلی و ابدی واحد لاشریک ہے۔ دوسرے قیامت پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے اس میں بندوں کا حساب ہوگا اعمال کی جزا دی جائے گی مقبولان حق شفاعت کریں گے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سعادت مندوں کو حوض کوثر پر سیراب فرمائیں گے۔ پل صراط پر گزر ہوگا اور اس روز کے تمام احوال جو قرآن میں آئے یا حضور اکرم نے بیان فرمائے سب حق ہیں۔

تیسرے فرشتوں پر ایمان لائے کہ وہ اللہ کی مخلوق اور فرمانبردار بندے ہیں۔ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ ان کی تعداد اللہ جانتا ہے۔ چار ان میں سے بہت مقرب ہیں۔ جبریل۔ میکائیل۔ اسرافیل

بنی اسرائیل علیہم السلام۔ چوتھے کتب الٰہیہ پر ایمان لانا کہ جو کتب اللہ نے نازل فرمائی ہیں حق ہے۔ ان میں چار بڑی کتابیں ہیں۔ تورات حضرت موسیٰ پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ پر۔ زبور حضرت داؤد پر اور قرآن حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ اور پچاس صحیفے حضرت شیث پر۔ تیس حضرت ادریس پر۔ دس حضرت آدم پر۔ دس حضرت ابراہیم پر۔

پانچویں تمام انبیاء پر ایمان لانا کہ وہ سب اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور معصوم ہیں یعنی گناہوں سے پاک ہیں۔ ان کی صحیح تعداد اللہ جانتا ہے ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں (نبیین بصیغہ جمع مذکر سالم ذکر فرمایا جس سے اس طرف اشارہ ہو گیا۔ کہ انبیاء مرد ہوتے ہیں کوئی عورت کبھی نبی نہیں ہوئی۔ جیسا کہ ما ارسلنا من قبلك الا رجالا سے ثابت ہے۔ ایمان مجمل یہ ہے امنت باللہ وبجمیع ماجاء بہ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی میں اللہ پر ایمان لایا اور ان تمام امور پر جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے (تفسیر احمدی) — ایمان کے بعد دین کے فروع کا بیان شروع ہوا اس سلسلہ میں مال دینے کے چھ مصرف ذکر کئے۔ :

۱۔ رشتہ داروں کو : حدیث میں وارد ہے کہ رشتہ داروں کو صدقہ دینے سے دہرا ثواب ہوتا ہے ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحم کا (ترمذی) ۲۔ یتیم کو : محتاجوں پر اس لئے مقدم کیا کہ چھوٹا بچہ اور نابالغ ہوتا ہے جو کمانے پر قادر نہیں ہوتا اس لئے اس کو زیادہ حاجت ہوتی ہے ۳۔ مساکین : دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو مانگتے ہیں دوسرے وہ جو نہ مانگیں۔ یہاں پہلی قسم مراد ہے۔ ۴۔ ابن السبیل سے مراد مسافر ہے جس کے پاس مال نہ ہو خواہ شروع سے نہ ہو یا راستہ میں کسی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ حضرت ابن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک تفسیر یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمان کے یہاں مہمان آ جائے۔ ۵۔ سائلین۔ وہ ضرورت مند جو کسی کے پاس مانگنے کو آئیں خواہ اپنے لئے خواہ دوسروں کے لئے۔ حدیث میں ہے کہ سائل کے لئے حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے (ابوداؤد) ۶۔ فی الرقاب۔ یعنی غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا۔ یا قیدیوں کی رہائی میں مال صرف کرے یا مکاتب کو دے کہ وہ آزاد ہو۔

علی حبہ کی تفسیر یہ ہے کہ مال محض اللہ کی رضاجوئی کے لئے صرف کرے۔ ریا سمعہ نہ ہو۔ احسان جتانا اور شہرت مقصود نہ ہو۔ یا یہ کہ مال کی محبت کے باوجود اس کو خرچ کرے۔

مسئلہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ دینا بحالت تندرستی زیادہ اجر رکھتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ مرتے وقت زندگی سے مایوس ہو کر دے (جیسا کہ حدیث ابوہریرہ میں آیا ہے) اس کے بعد فرمایا جو عہد پورا کریں۔ نماز قائم رکھیں مصیبت وسختی میں صابر رہیں۔ زبان پہ ناشکری کا کلمہ نہ لائیں۔ اور بوقت مصیبت رو نہ بیٹھیں اور جہاد میں دشمن کا جم کر مقابلہ کریں اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جان کی بازی لگا دیں۔ یہ متقی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے اور ان پر اللہ کی رحمتیں ہیں۔ عہد سے مراد دونوں عہد ہیں یعنی ایک وہ عہد جو آپس میں انسان باندھتے ہیں ۲۔ دوسرا عہد وہ جو بندے اپنے خدا سے کرتے ہیں جیسے نیک کام کرنا۔ برائی سے بچنا فرائض ادا کرنا محرمات سے پرہیز کرنا۔ بہرحال ہر عہد کا پورا کرنا فرض ہے اور عہد شکنی شدید ترین جرم اور حرام ہے۔

بقیہ : اداریہ :— کفار و مشرکین کے بچوں نے بھی گناہ نہیں کئے لہذا ان پر بھی اسلام کے احکام جاری ہونے چاہئیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے بچوں پہ جو بچپن میں فوت ہو جاتے ہیں احکام اسلام کا جاری ہونا اور ان کا جنت میں جانا ان کے والدین یا دونوں میں سے ایک کے ایمان و اسلام کی وجہ سے ثابت ہوا کہ ایک کی نیکی دوسرے کے لئے مفید ہے۔ (باقی)

فاتحہ و گیارھویں استمداد

قسط دوم

مدد طلب کرنا: مقبولانِ بارگاہِ الٰہی سے مدد طلب کرنا اور انہیں بارگاہِ حق تعالیٰ میں حصولِ مراد کے لئے ذریعہ بنانا بے شبہ جائز ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرماتے ہیں:

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر باشد۔

ترجمہ: "سمجھنا چاہیے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد چاہنا کہ اسی پر بھروسہ ہو۔"

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں حضرت شیخ ابوالعباس احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

۱۔ انا لمریدی جامع لشتاتہ۔
میں اپنے مرید کا اس کی پراگندیوں میں دلجمعی کرنیوالا ہوں۔

۲۔ اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ
جب کہ جور زمانہ سختیوں سے اس پر حملہ آور ہو۔

۳۔ وان کنت فی ضیق و کرب و وحشتہ
اگر تو تنگی اور سختی اور وحشت میں ہو۔

۴۔ فناد بیا زروق آت بسرعتہ۔
تو یا زروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل اہل کتاب کا اپنے حاجات و مشکلات میں آپ کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا و مرادیں پانا خود قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔

استفتاء: محفل میلاد شریف جس میں ذکر ولادت اور قیام بوقت ذکر ولادت ہوتا ہے آخر میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: محفل میلاد شریف جائز اور موجب برکت ہے کہ سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر اللہ کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا:

روی ابو سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال ان ربی و ربک یقول اتدری کیف رفعت لک ذکرا قلت اللہ و رسولہ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی قال بن عطاء جعلت تمام الایمان بذکری معک و قال ایضا جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک
(شفا شریف جلد اول ص ۱۵)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے میری خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا اللہ آپ کا رب فرماتا ہے کیا تم جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا ذکر کیا جاتا ہے۔ ابن عطا نے اس کے معنیٰ میں کہا میں نے ایمان کی تکمیل یہی قرار دی کہ میرا ذکر

آپ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ اور یہی ابن عطاء نے کہا کہ میں نے آپ کو اپنے اذکار میں سے ایک ذکر کیا تو جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔"

سید الانبیا کی تشریف آوری کا ذکر جا بجا قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہیں لقد جاءکم رسول من انفسکم فرمایا کہیں قد جاءکم من اللّٰہ نور و کتاب مبین ارشاد کیا۔ کہیں لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم فرمایا۔ اور کہیں ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم وارد ہوا۔ غرض جا بجا مختلف عنوانوں سے مختلف صفتوں سے جدا جدا انداز مدح و ثنا کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رونق افروزی کا ذکر ہے۔ جس حبیب کی تشریف آوری کا ذکر اس اہتمام کے ساتھ قرآن عظیم میں ہو اور پہلے انبیا بھی ان کی ولادت مبارکہ کا مژدہ سناتے آئے ہوں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت وارد ہوا کہ آپ نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

تو پھر کون مسلمان ہے جو حضور کے ذکر تشریف آوری کی محفل شریف کے جواز میں تردد کرے یا اس کو بدعت و ناروا کہہ سکے۔ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والتسلیمات کا بیان میلاد مبارک تو ابھی آیت میں مذکور ہو چکا تو کیا ایسا ہی عمل بدعت ہوتا ہے جو قرآن کریم میں ہو۔ انبیا کرتے آئے ہوں۔ بلکہ ہر نبی کا ذکر ولادت موجب برکت ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہدایت فرمائی تھی کہ انبیا کی تشریف آوری کا ذکر کریں۔ اس کا قرآن پاک میں بیان ہوا۔

٭ واذ قال موسی لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء۔

ترجمہ: "جب موسی علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اے قوم تم اللہ کی نعمت کا ذکر کرو جو تم پر ہے کہ اس نے تم میں انبیا پیدا کئے"۔

٭ ان آیات باہرات کے ہوتے ہوئے کون مسلمان ہوگا جو ذکر ولادت کی محفل کے جواز میں شبہ کر سکے۔ رہا ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا وہ ظاہر ہے کہ تعظیم ذکر تشریف آوری کے لئے ہے اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ تعظیم کے سوا قیام کی کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے اور تعظیم کے لئے قرآن عظیم میں ارشاد ہوا۔

٭ وتعزروہ وتوقروہ

آپ کی تعظیم و توقیر کرو۔

٭ تو جب آپ کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے تو قیام تعظیمی عین مطابق حکم الٰہی ہوا۔ علاوہ بریں کسی سرور دینی کے لئے قیام کرنا سنت صحابہ بھی ہے جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ سے ایک مسئلہ سننے کے شوق میں قیام فرمایا۔

٭ قلت توفی اللہ تعالی نبیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قبل ان نسئلہ عن نجات ھذا الامر قال ابوبکر قد سئلتہ عن ذالک فقمت الیہ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کیا۔ اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی اور ہم اس امر کی نجات آپ سے دریافت نہ کر سکے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا۔ میں نے حضور سے دریافت کر لیا ہے (اس کو سننے کے شوق میں حضرت عثمان غنی فرماتے ہیں) میں کھڑا ہو گیا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پیارے ذکر اور محبوب بیان

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

سیّدنا ابوبکر صدیق اور فتنوں کا استیصال

مولینا غلام دستگیر نامی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو اپنے رفیقِ اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) سے ملحق ہو گئے اور ایام مرض میں اپنی جگہ صدیقِ اکبر کو امام جماعت مقرر فرما گئے۔ اسی بنا پر امت نے آپ کو بلا تامل خلیفہ رسول منتخب کر لیا۔ آپ کے اس عہدہ پر سرفراز ہوتے ہی منافقوں نے سمجھ لیا کہ اب رسول اکرم تو اللہ سے جا ملے ہیں اب کون پوچھنے والا ہے اس لئے انھوں نے بغاوت کر دی۔

باغیوں کا ایک گروہ تو مرتدین کا تھا جو اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ دوسرا گروہ منکرینِ زکوٰۃ کا تھا۔ جنہوں نے زکوٰۃ کو بھاری ٹیکس سمجھا اور کہا کہ نبی کریم کے بعد ہم اس سے کیوں زیر بار ہوں۔ تیسرا گروہ جھوٹے نبیوں کا تھا جو بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں کے ساتھ دو بدو ہونے کو تیار تھے اور انہوں نے اس مقصد کے لئے ہزاروں جنگجو اپنے ساتھ ملا لئے تھے چوتھا دشمن ایران تھا جو مجوسی آتش پرست تھا اور پانچواں دشمن روم جو پرستارِ صلیب تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پانچوں دشمنوں سے عہدہ برآ ہونا اور اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنا تھا۔ اس مقصد میں پورا اترنے کا آپ نے عزم مصمم کر لیا۔

سب سے پہلے آپ نے رومیوں کے مقابلے کے لئے اس لشکر کو روانہ فرمایا جو رسول کریم نے اپنے غلام زادہ اسامہ بن زید کی سالاری میں تیار کیا تھا۔ صحابہ نے اتنے فتنوں کے ہوتے ہوئے اس فوج کو بھیجنا قرینِ مصلحت نہ سمجھا۔ مگر [illegible]

صدیق اکبر نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر مجھ کو یہ گمان ہوتا کہ درندے مجھ کو اٹھا لے جائیں گے تو بھی بحکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسامہ کا تیار کردہ لشکر ضرور بھیجتا۔ اگر بستیوں میں میرے سوا ایک متنفس بھی باقی نہ رہتا تو بھی روانگی کا حکم دیتا۔"

اسامہ غلام زادہ ۱۹ سالہ نوجوان تھے۔ انصار نے مشورہ دیا کہ کسی سن رسیدہ آدمی کو مقرر کریں۔ جب یہ پیغام حضرت عمر نے پہنچایا تو صدیقِ اکبر غصے سے بے تاب ہو گئے اور فرمایا:

"تم کو موت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ کو امیر لشکر بنایا اور تم مجھے ہدایت کرتے ہو کہ میں اسے معزول کر دوں۔"

خاندانی آدمیوں کا غرور توڑنے کے لئے آپ نے اسامہ کو گھوڑے پر سوار کیا اور خود اس کے ساتھ ساتھ پیدل چلنے لگے اسامہ نے عرض کیا کہ آپ سوار ہو لیں یا مجھے پیادہ چلنے کی اجازت دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہوگا اگر میں ایک ساعت راہِ خدا میں اپنے قدم خاک آلودہ کر لوں تو میری کیا شان جاتی ہے۔ غازی راہِ خدا میں قدم رکھتا ہے تو اس کے بدلے میں سات سو درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ سات سو گناہ معاف

ہوتے ہیں اور سات سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔
اس کے بعد آپ نے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"لوگو! کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو دس حکم دیتا ان کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ ۱۔ خیانت نہ کرنا۔ ۲۔ دھوکا نہ دینا۔ ۳۔ سرداری کی نافرمانی نہ کرنا۔ ۴۔ کسی شخص کے اعضا نہ کاٹنا ۵۔ کسی بچے، بڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا۔ ۶۔ کھجور یا کسی اور میوہ دار درخت کو کاٹنا نہ جلانا ۷۔ بکری۔ گائے یا اونٹ کو غذا کی ضرورت کے سوا نہ مارنا۔ ۸۔ گوشہ گیر لوگوں سے تعرض نہ کرنا ۹۔ جو نعمتیں تمہارے سامنے پیش کی جائیں ان کو اللہ کا نام لے کر کھانا (یعنی نعمتیں پا کر اللہ کو بھول نہ جانا) ۱۰۔ تمہیں ایسی قوم ملے گی جن کے سر کے بال منڈھے اور بیچے چھوڑے ہوں گے ان کو تازیانہ کی سزا دینا۔۔۔ اب خدا کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ خدا تم کو دشمن کے حربے اور طاعون کے حملے سے محفوظ رکھے۔"

یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے ۹ روز بعد مدینے سے روانہ ہوا۔ منزل مقصود پر پہنچا اور باختلاف روایت چالیس دن یا اس سے کسی قدر زائد عرصہ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کر کے مع الخیر واپس آ گیا۔

مورخین کا قول ہے کہ اس لشکر کی روانگی سے قبائل میں دھاک بندھ گئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہ ہوتی تو اس لشکر کو مدینے سے باہر نہ بھیجتے۔

جھوٹے نبیوں کا استیصال!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پہلا کاذب نبوت یمن میں صفا کے مقام پر پیدا ہوا جس کا نام اسود عنسی تھا۔ اس کو بعید فوری کامیابی ہوئی مگر وہ رسول کریم کی زندگی ہی میں مر گیا۔ جب حضور رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے تو قریش اور بنی ثقیف کے سوا تمام جدید الاسلام قبائل عرب میں ارتداد پھیل گیا اور اسود عنسی کی فوجیں جمع ہو کر فتنہ پھیلانے لگیں۔

ایک اور مدعی نبوت طلیحہ تھا جو قبیلہ بنی اسد سے تھا۔ یہ شکست کھا کر مارا مارا پھرتا رہا۔ آخر تائب ہونے کے بعد مسلمان ہو گیا۔

تیسرا مدعی نبوت مسیلمہ تھا۔ اس نے بھی حضور علیہ السلام کی حیات میں نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور نبی کریم کو ۱۰ھ میں ایک خط لکھا کہ میں آپ کی رسالت میں شریک ہو گیا ہوں۔ آدھی زمین ہماری اور آدھی قریش کی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں لکھا کہ ساری زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔ حضور کے سمجھانے کا کوئی اثر نہ ہوا اور مرتد دست درازی اور تعدی پر اتر آئے۔ دعوئ نبوت کی یہاں تک ارزانی ہوئی کہ ایک عورت سجاح نامی بھی مدعیہ نبوت بن گئی۔ اس نے مسیلمہ سے شادی کر لی اور دونوں کی نبوت میں شراب اور زنا حلال قرار پایا اور صبح اور عشا کی نمازیں بھی معاف کر دی گئیں تاکہ سہل انگار اور عیاش لوگ ان کی نبوت کو بخوشی منظور کر لیں۔

جب ان کا فتنہ شدت اختیار کر گیا تو حضرت ابوبکر صدیق کو اس کا استیصال ضروری ہوا چنانچہ آپ نے حضرت خالد سیف اللہ کو طلیحہ کے مقابلہ میں۔ حضرت عکرمہ بن ابوجہل کو مسیلمہ کے مقابلہ میں اور مہاجر بن وائی زبیر کو اسود عنسی کی مہم پر مامور فرمایا۔ اور حکم دیا کہ پہلے دعوت اسلام دو جو قبول کرے اسے امن دیا جائے اور جو عناد پر قائم رہیں ان سے پوری

شدت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔

طلیحہ والے قبیلہ بنی طے کی فہمائش سے تائب اور از سر نو داخلِ اسلام ہوئے۔ حضرتِ خالد صرف لڑنا ہی نہیں جانتے تھے بلکہ تدبیر میں بھی یگانہ تھے۔ طلیحہ شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا اور وہاں دوبارہ اسلام لایا اور خلافتِ فاروقی میں حاضر ہو کر بیعت کر لی۔

مسیلمہ کذاب کی فوجوں نے سخت مقابلہ کیا اور عکرمہ اور شرجیل بن حسنہ کی فوجوں نے اس سے شکست کھائی تو صدیق اکبر نے حضرتِ خالد کو اس مہم کے سر کرنے کا حکم دیا۔ مسیلمہ کی فوج کی تعداد چالیس ہزار تھی جو لڑتی لڑتی خالد تک پہنچ گئی۔ اس حملے میں حضرت قیس بن ثابت اور زید بن خطاب (حضرت عمر فاروق کے بھائی) دشمنوں کو کاٹتے چھانٹتے شہید ہوئے۔ مسیلمہ پیچھے ہٹتا ہٹتا ایک حدیقہ کی چار دیواری میں محصور ہو گیا لیکن حضرت براء بن مالک نے اپنے آپ کو اٹھوا کر اس کے اندر پھنکوا دیا۔ انھوں نے جاں بازی دکھا کر اندر سے حدیقہ کا دروازہ کھول دیا۔ اسلامی فوج اندر داخل ہوئی اور بڑی سخت لڑائی شروع ہو گئی۔

حضرت خالد نے کہا۔ جب تک مسیلمہ کا قصہ پاک نہ ہو گا۔ لڑائی ختم نہیں ہو گی۔ چنانچہ اس کی طرف خود بڑھے اور راستے میں دشمنوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹتے ہوئے مسیلمہ تک پہنچ گئے۔ اس کی فوج کے قدم ڈگمگائے اور دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ آخر مسیلمہ کی موت وحشی کے ہاتھ سے ہوئی جس نے خیر الناس حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد اس شر الناس کو اپنا ہتھیار (حربہ) پھینک کر جہنم واصل کیا۔ مسیلمہ کے لشکر کے دس ہزار مرتد مارے گئے۔

اس جہاد میں مدینہ کے مہاجر و انصار تین سو اور بیرونِ مدینہ کے بھی تین سو شہید ہوئے۔ باقی مسلمان ان کے علاوہ شہید ہوئے۔

ان کاذبوں کے قتل سے وہ فساد فرو ہو گئے جو نواحِ مدینہ سے لے کر بحرین و عمان تک پھیلے ہوئے تھے اور ان کے قلع قمع میں ۹ ماہ صرف ہوئے۔

یہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عزم بالجزم تھا۔ جس نے اس قلیل عرصہ میں زبردست فتنوں کو دبا دیا۔

پھر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایرانیوں اور رومیوں کو بھی نیچا دکھایا جو ایک طویل مضمون ہے۔ اور یہاں ایک صحبت میں بیان نہیں ہو سکتا۔

بقیہ: فاتحہ گیارھویں استمداد:

کے شوق میں کھڑا ہو جانا اصحابِ رسول میں سے ایک خلیفہ برحق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"علیکم بسُنّتی وسنّۃ الخلفاء الراشدین۔"

ترجمہ: "تم پر میری سنت بھی لازم اور خلفائے راشدین کی سنت بھی لازم۔"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فعل خود ہی ہمارے لیے بحکم حدیث سنت ہے۔ اور آپ ہمارے دین کے مقتدائے اعظم ہیں۔ لیکن یہ اور فزوں تر ہے کہ آپ کا یہ فعل شریف حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں صادر ہوا۔ تو اس فعل شریف پر ان دونوں حضرات کا اتفاق بھی ثابت ہے۔ اس حدیث سے سامعین کا قیام بھی ثابت ہوا۔ اور حدیث ترمذی میں خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منبر پر قیام فرما کر اپنی پیدائش کا ذکر فرمانا موجود ہے۔

تاجِ شاہی فقر کے قدموں پر

قسط دوم ~~~~~~ صابر مٹھیالوی

شیخ جلال الدین تھانیسری !

آپ شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ ۲ محرم ۹۷۹ھ کو اکبرِ اعظم آپ کے سلام کو حاضر ہوا۔ اور مسئلہ توحید پوچھا۔ آپ نے یہ شعر جواباً پڑھا ؎

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ
پس برنگِ ہر یکے تابِ عناں انداختہ
جملہ یک نور است اما رنگہائے مختلف
اختلافے درمیانِ ایں و آں انداختہ

اکبر بادشاہ اور ابوالفضل کے تشریف لے جانے کے بعد فیضی سلام کو حاضر ہوا۔

آپ ڈولی میں سوار ہو کر سالارِ اسحاق نبیرہ نوح علیہ السلام کے روضہ پر سلام کو جا رہے تھے۔ بپاسِ خاطر فیضی واپس خانقاہ میں چلے آئے۔

فیضی نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔ کہ

"اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو انسان کی سواری کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ انسانوں کو؟"

آپ نے فرمایا:

"باوجود علم و فضل کے اب تک تجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ بعض انسان مثل چارپایوں کے بلکہ ان سے بھی بدتر ہوا کرتے ہیں۔ انہی کے حق میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے۔

اولٰئک کالانعام بل ہم اضل سبیلا۔

فیضی برہمن کو بے حد شرمندہ ہوا۔ اس نے واپسی پر راجہ بیربل سے شیخ کی تعریف بیان کی۔ بیربل بھی اپنی شاہانہ کر و فر دکھلانے کے لئے گیا۔ لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ کی۔

یہی بیربل جب شیخ غوث گوالیاری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے بڑی خاطر مدارات کی۔ وہ ان کے حسنِ سلوک سے بےحد متاثر ہوا۔ اور پوچھا کہ کیا اولیاء اللہ سب برابر ہوتے ہیں۔ میں تھانیسر گیا۔ لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔

آپ نے جواب دیا۔ وہ کامل مشاہدہ حق ہیں۔ دنیا اور اہلِ دنیا کی ان کی نگاہوں میں کچھ قدر و قیمت نہیں۔ اور مجھ میں ہنوز تعلقاتِ دنیاوی باقی ہیں۔

بیربل یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا اور کہا۔ واقعی آپ نے جو کچھ فرمایا بجا ہے۔

شیخ نظام الدین بلخی !

آپ کے کمالات کا شہرہ سن کر شاہزادہ سلیم سلام کو حاضر ہوا۔ تو آپ نے اسے تخت و تاج کے ملنے کی خوشخبری دی۔ آخر جب بادشاہ ہوا تو نورجہاں بیگم کے بہکانے سے کہ خسرو تخت و تاج کے لئے ان سے استمداد کی خواہش رکھتا ہے حکم دیا کہ فوراً میری قلمرو سے نکل جاؤ۔

چنانچہ آپ حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچے اور پھر وہاں سے بلخ پہنچ کر مقیم ہو گئے۔ امام قلی خاں ازبک بادشاہ آپ کا مرید ہوا اس کا نام نذر محمد خاں تھا۔

کہتے ہیں ایک دفعہ کوہستان بلخ کی سیر کرتے ہوئے ظہر کی نماز کا وقت آ پہنچا۔ ہر جگہ نزدیک و دور پانی تلاش کیا گیا لیکن نہ ملا۔ آپ نے خدا کا نام لے کر عصا پتھر پر مارا۔ فوراً میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔

ایک منجم نے یہ کرامت سنی تو کہا اس وقت ستارہ آبی برج میں یعنی سرطان میں ہوگا۔ اس لیے پانی نکل آیا۔

اتفاقاً یہی منجم الملک آپ سے ملنے کے لیے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ اس وقت ستارہ کون سے برج میں ہے؟

اس نے کہا۔ آتشی میں۔

آپ نے پوچھا۔ کیا از روئے نجوم اس وقت زمین سے پانی کا سوتا ابل سکتا ہے۔

اس نے جواب دیا۔ نہیں۔ ناممکن ہے۔

آپ نے خدا کا نام لے کر عصا پتھر پر مارا۔ خدا کی قدرت سے چشمہ شیریں جاری ہوگیا۔

شیخ قاضی خان ظفر آبادی !

شیخ حسن طاہر کے خلیفہ تھے۔ ایک دفعہ نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے حاضر ہو کر کچھ رقم بطور نذر پیش کی۔ لیکن آپ نے قبول نہ کی۔ پھر آپ نے وزیر کے ہاتھ صفیہ کاغذ پر شاہی مہر لگا کر بھیجا شیخ اپنے قلم سے جتنا وظیفہ چاہیں خانقاہ کے لیے مقرر کر دیا جائے گا آپ نے انکار کر دیا۔

وزیر نے کہا کہ یہ آپ کے درویشوں کے لیے ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو۔ اگر قبول کریں تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

شیخ علی متقی !

آپ تقریباً ایک سو کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ عمر کا اکثر حصہ مکہ معظمہ میں بسر ہوا۔ آخری عمر میں گجرات چلے آئے۔ سلطان بہادر الدین نے کئی دفعہ قدم بوسی کے لیے اجازت طلب کی لیکن نہ ملی۔ آخر قاضی عبداللہ سندھی کی سفارش پر سلطان باریاب ہوا۔ اور ایک کروڑ روپیہ گجراتی سکہ پیش کیا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ آخر بار بار ردّ و کد کے بعد یہ رقم قاضی عبداللہ سندھی کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت شیخ حسن محمد چشتی !

ایک دفعہ اکبر اعظم نے ۱۲ گاؤں کا فرمان بہت کچھ زر نقد اور خلعت و پارچات بطور نذر بھیجے لیکن آپ نے قبول نہ کیے۔ اور کہا کہ اگر ہم ۱۲ گاؤں قبول کر لیں تو پھر زمیندار بن گئے۔ فقیری کہاں رہی۔

جو شخص نذر لے کر حاضر ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ حضرت! اپنے درویشوں کے لیے قبول کر لیں تو کیا مضائقہ ہے۔ جواب دیا۔ میاں سلطنت کا مال مشکوک ہوتا ہے۔ جو چیز میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا تو دوسروں کے لیے کیسے پسند کر سکتا ہوں۔

آپ کا مزار احمد آباد گجرات میں ہے۔

شیخ محمد اعظم چشتی !

آپ تقریباً ۲۱ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جہان بادشاہ نے جلوس کے دوسرے سال ۲ لاکھ نقد ۵ گاؤں کی سند۔ ایک کلاہ چار ترکی اور ایک گدڑی نواب اسلام خان کے ہاتھ بھیجی۔ آپ نے گدڑی ایک درویش کو دے دی۔ اور کلاہ چار ترکی سید احمد بغدادی کو عطا کرتے ہوئے کہا۔ میاں یہی تبرک اور خرقہ خلافت سمجھو۔ تمہیں معلوم ہے یہ کلاہ شاہ جہان بادشاہ نے روزہ داری کی حالت میں سیا ہے۔ وہ شاہ جہان جس نے سن بلوغ سے لے کر آج تک آسمان کو بے وضو نہیں دیکھا جو اپنے حلال کی کمائی پہ گزر اوقات کرتا ہے اور فرمان واپس کر دیا۔ (باقی صفحہ ۲۲ پر)

پیغام عمل

اسلامی اخلاق

(قسط نمبر ۲)

نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ کرو!

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ۔ (الرحمٰن)

نہیں بدلہ ہے نیکی کا مگر نیکی ۔ (یعنی نیکی کا بدلہ نیکی ہے) ۔

اچھا بدلہ ملنے کی نیت سے احسان مت کرو

ولا تمنن تستکثر ۔ (المدثر)

اور اس نیت سے احسان نہ کر کہ اس سے اچھا بدلہ ملے ۔

رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو!

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً

و بالوالدین احساناً و بذی القربیٰ ۔ (النسا)

اور اللہ تعالیٰ کو پوجو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ ۔ اور ماں باپ اور ناطے والوں سے نیکی کرو ۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآئ

ذی القربیٰ ۔ (النحل)

اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے اور ناطے والوں کو دینے کا حکم کرتا ہے ۔

وآت ذی القربیٰ حقہ ۔ (بنی اسرائیل)

اور ناطے والوں کا حق ادا کرو ۔

یتیم کے ساتھ نیک سلوک کرو!

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا

بہ شیئاً و بالوالدین احساناً و بذی القربیٰ

والیتمیٰ ۔ (النسا)

اور اللہ تعالیٰ کو پوجو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ماں باپ سے نیکی کرو اور ناطے والوں اور یتیموں سے ۔

محتاج کے ساتھ نیکی کرنے کی ہدایت!

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً

و بالوالدین احساناً و بذی القربیٰ والیتامیٰ

والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب ۔

اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ سے اور قرابت والے اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنب سے نیکی کرو ۔ (النسا)

پاس بیٹھنے والے کے ساتھ عمدہ سلوک کرو!

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً

و بالوالدین احساناً و بذی القربیٰ والیتمیٰ

والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب

والصاحب بالجنب ۔ (النسا)

اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کا شریک کسی کو نہ کرو اور ماں باپ سے نیکی کرو اور ناطے والے اور یتیموں اور محتاجوں اور نزدیک کے ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے سے ۔

مسافر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید!

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً و بالوالدین احساناً و بذی القربی والیتمی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل۔ (النسا)

اور اللہ کو پوجو۔ اس کا شریک کسی کو مت بناؤ۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اور ناطے والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنبی سے اور پاس بیٹھنے والے سے اور مسافر سے۔

لونڈی غلام سے نیک سلوک کرو!

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً و بالوالدین احساناً و بذی القربی والیتمی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل ما ملکت ایمانکم - (النسا)

اور اللہ تعالیٰ کو پوجو۔ اس کا ساجھی کسی کو مت بناؤ اور ماں باپ سے نیکی کرو، اور ناطے والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور غلام لونڈی سے۔

انصاف کرنے کا حکم!

ان اللہ یامر بالعدل (النحل)

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا۔

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل - (النسا)

اور جب لوگوں کا (مقدمہ) فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا - (النسا)

تم (نفس کی) خواہش پر مت چلو انصاف کو چھوڑ کر۔

اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ (المائدہ)

انصاف کرو۔ انصاف ہی پرہیزگاری تک پہنچنے کی نزدیک راہ ہے۔

فان حکمت فاحکم بینھم بالقسط (المائدہ)

اور جو ان کا فیصلہ کرنا چاہے تو انصاف سے فیصلہ کرے۔

کونوا قوامین بالقسط (النسا)

انصاف پر قائم رہو۔

فضول خرچی کی ممانعت!

ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔ (الانعام)

اور بے جا مت اڑاؤ (اسراف مت کرو) کیونکہ اللہ تعالے بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً۔ (بنی اسرائیل)

اور اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ بھی نہیں کہ گردن میں باندھ دے۔ (ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرے) اور نہ اتنا پھیلا دے (بالکل پھیلانا کہ جو تیرے پاس ہے سب اڑا دے پھر تو دنیا سے بُرا دیا) ہاتھ خالی ہو کر بیٹھ رہے۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطان لربہ کفوراً۔

(بنی اسرائیل)

(مال) بے جا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں (شیطان کے دوست اور اس کے تابع ہیں) اور شیطان اپنے مالک کا ناشکرا ہے۔

(باقی آئندہ)

Scanned with CamScanner

تاریکی اور روشنی

حضرت مولانا مولوی ابوالفخر محمود صابر القادری نسیم بستوی سکندرپور بستی (بھارت)

خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں :

تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کی روشنیاں بھی پانچ ہی ہیں :

۱۔ گناہ :

ایک تباہ کن تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے !

اگر کسی بندۂ مومن سے کوئی معصیت سرزد ہو جائے اور یہ تاریکی اس کی روح پر چھا جائے تو وہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خلوص کے ساتھ توبہ کی روشنی تلاش کرے ورنہ وہی اندھیرا بڑھتے بڑھتے اس کی زندگی پر مسلط ہو جائے گا اور آگے چل کر اسے گناہوں کی تاریکیوں کا احساس تک نہ ہو گا۔ اور اس کے دل و دماغ کی تمام صلاحیتیں فنا ہو کر رہ جائیں گی۔

حضور روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ ۔

ترجمہ: "گناہ سے توبہ کرنے والا انسان ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں —!"

۲۔ قبر :

قبر میں ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے !

اگر کوئی اس خوفناک احول کو روشن کرنا چاہتا ہے تو وہ نمازوں کا چراغ تلاش کرے۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ اگر مسلمان نماز کا پابند ہو کر قبر کی پہلی منزل میں جائے تو اسے کہیں تاریکی سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ اس کی نمازوں کی روشنی ہر قسم کے اندھیروں کو دور کر دے گی۔ یہاں تک کہ حشر کی دشوار گزار راہوں سے بھی آسانی کے ساتھ گزر جائے گا۔ بشرطیکہ مرنے والا ایمان کی دولت سے ہمکنار ہو۔

۳۔ میزان :

گناہ اور قبر کی تاریکیوں کی طرح میزان بھی بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے تاریکی ہے اور اس کی روشنی توحید ہے۔ مگر وہ توحید نہیں جسے دور حاضر کے کور باطن جاہل انسانوں نے اپنی خرابی عقل و دماغ سے سمجھ رکھا ہے کہ صرف اللہ ہی کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیئے اور اسی ذات کو حاجت روا و فریادرس متصور کیا جائے۔ یہ طاقت اور مرتبہ اللہ کے

کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

یہاں توحید کا مفہوم یہ ہے کہ معبودانِ باطل کے غلط معتقدات و تصورات سے اپنا وجود پاک صاف کر لینا چاہیئے اور اس کی بارگاہ کے علاوہ کسی طاقت کے آگے جبینِ عبودیت خم نہ ہونے پائے۔

۴۔ قیامت:

قیامت بھی بدکردار بندوں کی نگاہوں میں تکلیف و مصیبت کا اندھیرا بن کر چھائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ بدعمل انسان کو چاہیئے کہ وہ ایسے پُرہول منظر سے بچنے کے لئے ایمان کی روشنی کے ہمراہ عمل صالح کا چراغ بھی روشن کرے تاکہ اسے قیامت کی تکالیف و مصائب کی سختی محسوس نہ ہو۔

جیسا کہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ

سچے مسلمان کے لئے قیامت قیامت نہ ہوگی ان کے لئے ہر مقام پر رحمت ہی رحمت برستی ہوگی۔ اس کی تمام سختیوں سے دوچار وہ شخص ہوگا جو ایمان اور نیک اعمال سے محروم ہو کر مرے گا۔

۵۔ پُلِ صراط:

یہ مقام بھی غفلت پسندوں کے لئے ایک تاریکی ہے اور وہاں کا چراغ الیقین والایمان ہے۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر معلوم ہوا کہ محض عمل صالح سے مسلمان کامران نہیں ہوگا جب تک اس کا دل یقین و ایمان کی روشنی سے پُرنور نہ ہو۔

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ان نصیحت آمیز باتوں پر آج کل کے آوارہ خیال انسان نظر ڈالیں اور اس کے آئینے میں اپنے خطراتِ قلبی کی جھلک دیکھنے کی کوشش کریں کہ ان کا باطنی شعور کس طرف متوجہ ہے اور حقیقت میں ان کے ہر خیال کا مرکز کون سی شے ہے۔

بقیہ: تاجِ شاہی فقر کے قدموں پر

اور ایک تسبیح سنگِ موسیٰ کی تحفۃً بادشاہ کو بھیجی۔ یہ تسبیح مختلف ہاتھوں سے گزرتی ہوئی بہادر شاہ ظفر ان کے بعد ان کے لڑکے میراں شاہ دارا بخت کو ملی اور ان سے مرزا احمد اختر کو ملی جو ۱۸۵۷ء کے غدر میں ترکِ سکونت کر کے کیرانہ ضلع مظفرنگر میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ ۱۹۲۸ء تک بقیدِ حیات تھے۔ موجودہ انقلاب میں ان کے خاندان پر کیا گزری۔

ع یہ دہی کچھ جانتے ہیں یا انہی سے پوچھیے

حضرت شیخ سلیم چشتی!

اکبر بادشاہ کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ شہزادہ سلیم آپ ہی کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔ اکبر نے عقیدت کی بنا پر اس کا نام سلیم رکھا۔ ۹۷۷ھ میں شہزادہ سلیم کی پیدائش کی خوشی میں ۳ کروڑ نقد تین لاکھ بیگھہ زمین اور ۳۰۰ گاؤں غربا و مساکین میں تقسیم کئے۔ شہزادہ کو موتیوں سے۔ زمرد سے۔ ہیروں سے۔ نیلم سے۔ فیروزہ سے۔ لعل بدخشانی سے تول کر راہِ خدا میں خیرات کیا پھر خواجہ غریب نواز کے حضور حاضر ہو کر بہت کچھ داد و دہش کی۔ فتح پور سیکری کی خانقاہ اور مسجد بھی اب تک شہنشاہ اکبر کی عقیدت کی یاد تازہ کر رہی ہے۔

(باقی)

شرح دیوانِ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

بے نیازیٔ حسن

گفتم اے سلطانِ خوباں رحم کن بر ایں غریب
گفت در دنبالِ دل رہ گم کند مسکیں غریب

مطلب: میں نے کہا کہ اے سلطانِ خوباں تو مجھ غریب پر رحم کر۔ اس نے جواب دیا کہ مسکیں غریب اپنے دل کی پیروی کر کے خود ہی گمراہ ہوتا ہے۔

تشریح: سلطانِ خوباں سے مراد مرشدِ کامل ہے یعنی جب طالبِ معرفت نے مرشدِ کامل سے اپنی نارسائیٔ قسمت کا گلہ کیا تو اس نے بتایا کہ خود رائی اور نفسِ امارہ کی پیروی سے انسان کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ راہِ معرفت کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ انسان نفسِ امارہ کو مغلوب کرے۔

گفتمش بگزر زمانے گفت معذورم بدار
خانہ پروردی چہ تاب آرد غمِ چندیں غریب

مطلب: میں نے اس سے کہا کہ کبھی تو میرے پاس قدم رنجہ کر۔ اس نے جواب دیا کہ نازونعم میں ایک پروردہ یافتہ ایسے غموں کی تاب نہیں لا سکتا۔

تشریح: اس شعر میں ذاتِ واجب الوجود کی بے نیازی دکھائی ہے کہ اسے کسی کی پروا نہیں ہوتی۔ مطلوبِ حقیقی کی شانِ بے نیازی کی بہترین مثال میدانِ کربلا میں دستیاب ہوتی ہے۔

خفتہ بر سنجابِ شاہی نازنینے را چہ غم
گر ز خار و خارا سازد بستر و بالیں غریب

مطلب: وہ نازنین جو بسترِ شاہی پر خوابِ راحت کے مزے لوٹ رہا ہے اسے اس غم نصیب کی تکلیفوں کا کیا احساس ہو سکتا ہے جس کا بستر کانٹوں کا ہو جس کے سرہانے پتھر کا تکیہ ہو۔

تشریح: جن لوگوں نے نازونعم میں پرورش پائی ہو اور جن کی زندگی عیش و مسرت میں بسر ہو رہی ہو وہ خدا کے غریب و فاقہ کش بندوں کی تکالیف شاقہ کو کیا محسوس کر سکتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

شبِ فراق کہ داند کہ تا سحر چند است
مگر کسے کہ بزندانِ عشق در بند است

اے کہ در زنجیرِ زلفت جاں چندیں آشنا ست
خوش فتاد آں خالِ مشکینش بر رخِ رنگیں غریب

مطلب: اے وہ کہ تیری زلفوں کی زنجیر میں اس قدر عشاق کی جانیں وابستہ ہیں تیرے رخسارِ رنگیں پر یہ سیاہ تل کس قدر خوشنما معلوم ہوتا ہے۔

بس غریب افتادہ ست آں مورِ خط گردِ رخت
گرچہ نبود در نگارستان خطِ مشکیں غریب

مطلب: تیرے چہرے کے گرد سبزۂ خط کس قدر

عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے حالانکہ نگار خانہ میں خطِ مشکیں اچھا نہیں خیال کیا جاتا۔

تشریح : خطِ مشکیں ایک قسم کا طرزِ تحریر ہے شاعر اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ اگرچہ رخِ رنگیں پر سبزۂ خط کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن تیرے حسن و جمال میں اس قدر غیر معمولی دل کشی اور جاذبیت ہے کہ سبزہ خط بھی برا نہیں معلوم ہوتا۔ محبوبوں کی بے مہری و بے وفائی عیب خیال کی جاتی ہے۔ کہ مطلوبِ حقیقی کی شانِ بے نیازی و بے اعتنائی عیب نہیں بلکہ طالبانِ شوق اس کی اسی بے نیازی سے صبر و رضا کی منزل طے کرتے ہیں۔

گفتم اے شامِ غریباں طرّہ شب رنگ تو
در سحر گاہاں حذر کن چوں بنالد ایں غریب

مطلب : میں نے کہا کہ اے وہ نازنین جس کی زلف شبگوں پر شامِ غریباں قربان ہوتی ہے پچھلی رات میں جب عاشق خستہ جاں نالہ کرے تو ذرا خوفِ خدا کیا کر۔

باز گفتم ماہ من آں عارضِ گل گوں مپوش
ورنہ خواہی ساخت ما را خستہ و مسکیں غریب

مطلب : میں نے پھر اپنے محبوب سے کہا کہ تو اپنے عارضِ رنگیں کو مجھ سے نہ چھپا ورنہ ہم کو آوارگی و سرگردگی نصیب نہ ہوگی۔

تشریح : مشاہدہ جمال عاشقوں کے لئے وجہ زندگی ہے۔ جب آنکھیں دیدار کی نعمت سے محروم ہو گئیں تو عاشق کے لئے تباہی و بربادی لازمی ہے۔

گفت حافظ آشنایان در مقامِ حیرت اند
دور بنود گر نشیند خستہ و مسکیں غریب

مطلب : محبوب نے کہا کہ اے حافظ اگر ایک غریب و ناآشنا تباہ حال ایک گوشہ میں ہو تو تعجب کی کیا بات ہے یہاں تو دوست بھی مقامِ حیرت میں رہتے ہیں۔

تشریح : کسی طالبِ معرفت کے لئے محرومیٔ قسمت کا شکوہ عبث ہے۔ کیونکہ ذاتِ واجب الوجود کی کنہ و حقیقت کو سمجھنے سے مقربانِ بارگاہ کی عقل بھی قاصر رہتی ہے۔

چند کتابیں

حدائقِ بخشش : اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کے نعتیہ کلام کا مجموعہ۔
ہر دو حصہ مجلد ۲/۴ روپے

خطباتِ رضویہ : وعظ عیدین و جمعہ کے خطبوں کا مجموعہ۔ ۸/

حرمتِ تعزیہ : تعزیہ۔ ماتم۔ علم کے متعلق قرآن و حدیث اور مذہب شیعہ کی معتبر مذہبی کتب کے حوالوں سے تردید۔ ۱/۸ روپیہ

سلطنتِ مصطفےٰ : حضور کے مالک و مختارِ کل ہونے کا ثبوت اور منکرین کے تمام اعتراضات کا جواب۔ ۱۲/

رحمتِ خدا : مسئلہ وسیلہ کا قرآن و حدیث سے ثبوت اور اعتراضات کے مکمل و مدلّل جوابات دیئے گئے ہیں۔ ۹/

مکتبہ رضوان لاہور

کہ جتنی دیر مسجد میں ٹھہروں گا تمام اعضا کی جملہ برائیوں سے حفاظت ہوگی۔ تو یہ ثواب بھی مل جائے گا۔ اسی طرح اس کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی نیت کرے یا یہ نیت کرے کہ مسجد میں علم کا افادہ یا استفادہ ہوگا یا کوئی دینی بھائی مل جائے گا۔ اس کی زیارت کروں گا۔ یا کوئی سلام کہے گا اس کو جواب دوں گا۔ کسی کو چھینک آئے گی تو یرحمک اللہ کہوں گا۔ الغرض جتنی نیتیں کرے گا سب کا ثواب مل جائے گا۔ دیکھئے کام ایک ہی ہے مگر نیتیں متعدد ہیں۔ اور نیتوں کا الگ الگ ثواب مل رہا ہے کیونکہ حدیث بالا کے الفاظ لکل امریٔ ما نوی کا یہی مطلب ہے کہ جو نیت کرے گا وہی پائے گا۔

۷۔ ایک شخص اپنی ضرورت سے بازار جا رہا ہے۔ بازار جانا ایک مباح عمل ہے۔ لیکن اگر وہ اس میں یہ نیت کرلے کہ رستہ میں جو تکلیف دہ چیز ہوگی اس کو ہٹا دوں گا۔ سلام کی اشاعت کروں گا۔ کسی کو برا کام کرتے دیکھوں گا تو منع کروں گا۔ کسی مسلمان بھائی کو خوش کرنے کے لئے مسکرا دوں گا۔ جتنی نیتیں کرے گا سب کا الگ الگ ثواب مل جائے گا۔ اور یہ بازار جانا کارِ ثواب ہو جائے گا۔ پھر لطف یہ کہ ارادہ تو ان امور کے کرنے کا کر لیا مگر نہ کر سکا تو بھی ثواب مل جائے گا۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا نیتہ المؤمن ابلغ من عملہ کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے زیادہ معتبر ہے۔

۸۔ غرض کہ اس حدیث مبارکہ سے یہ اصول نکلتا ہے کہ ہر وہ کام جس کی ممانعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ جب وہ نیک نیتی سے کیا جائے تو وہ کام عبادت ہو جائے گا اور اس پر ثواب ملے گا۔

چنانچہ اس اصول کی روشنی میں اگر دیانت داری سے مسائل کی حیثیت دیکھی جائے تو بہت سے ایسے مسائل حل ہو جاتے ہیں ۱۸۵
جن میں آج بحث و مباحثہ۔ مکابرہ و مجادلہ کا بازار گرم ہے۔

۱۔ مثلاً مجلس میلاد کے قیام و اہتمام کو لیجئے۔ اگر نیت یہ ہے کہ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہو۔ آپ کے فضائل و مناقب بیان ہوں۔ اور آپ کی سیرت مبارکہ قوم کے سامنے رکھی جائے تو اس حدیث کی رو سے جائز ہے۔ اور کارِ ثواب ہے۔ اگر مجلس میلاد کے قیام کی غرض ریا و سمعہ ہو یا اس کو فرض و واجب سمجھ لیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ صرف ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو ہی یہ مجلس قائم ہو سکتی ہے اور دنوں میں ذکر رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نیت غلط ہے اس کی اصلاح کر دینی چاہیئے۔

۲۔ یا مثلاً میت کے تیجے۔ ساتویں یا چالیسویں دن کھانا پکا کر مساکین کو کھلایا جائے اور نیت یہ ہو کہ دن مقرر کرنے میں آسانی ہوتی ہے مساکین جمع کر لئے جاتے ہیں تو حدیث ہذا کی روشنی میں اس کے جواز میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اگر نیت یہ ہو کہ دن مقرر کر کے ہی فاتحہ دینے میں ثواب پہنچتا ہے ویسے نہیں۔ یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا ضروری ہے تو اس کی اصلاح کر دینی چاہیئے۔ اور بتا دینا چاہیئے کہ ثواب پہنچانے کے لئے دن مقرر کرنا ضروری نہیں ہے جس روز بھی ایصالِ ثواب کیا جائے خواہ کھانا پکا کر غربا میں تقسیم کیا جائے۔ یا قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے ہر طرح جائز ہے۔ ہاں اگر ان قیود میں کوئی مصلحت ہو تو حرج نہیں کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

۳۔ اسی طرح میت کے دفن کے بعد لوگ جمع رہتے ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ بیکار بیٹھے رہنے اور فضول گفت و گو کرنے سے یہ بہتر ہے کہ کلمہ طیبہ جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے۔ کہ افضل الذکر یہی ہے پڑھتے رہیں تو یقیناً موجب برکت ہے۔ پھر اگر بعض روایات کے مطابق ستر ہزار بار ہو جائے اور میت کو بخشا جائے تو امید مغفرت ہے لہذا اس حدیث کی رو سے ضرور ان کو اجر ملے گا اور پھر وہ میت کو بخشیں گے۔ تو ضرور میت کو پہنچے گا۔ کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اور جب اعمال کا مدار نیت پر ہے تو اب مذکورہ بالا کام کرنے والوں کو جب کہ ان کی نیت حسن ہے بدعتی کہنا اور جاہلوں کو یہ کہہ کر مغالطہ دینا کہ کیا یہ کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کیا فضول اعتراض اور کس قدر جہالت کی بات ہے بہرحال دیانت وامانت ہو اور نفسانیت وہٹ دھرمی نہ ہو تو اس قسم کے بہت سے مختلف فیہ مسائل اسی حدیث کی روشنی میں حل ہو جاتے ہیں۔ فافہم

۳ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهٗ صَدَقَةٌ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَاَتِكَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خدا کی رضامندی کے لئے خرچ کرے تو وہ صدقہ ہے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو جو کچھ خرچ کرے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تو اس پر تجھ کو اجر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا بھی ثواب دیا جائے گا جو تو خاص اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔

(بخاری)

توضیح: یہ دونوں حدیثیں اپنے مفہوم میں واضح ہیں ان میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور نیت میں خلوص کا ہونا ضروری ہے۔ جو شخص کسی غریب کی مدد کرتا ہے یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور ۱۸۶
مقصود اس عمل سے رضائے الٰہی ہے تو وہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔

ف: اس حدیث کو امام بخاری نے مغازی اور نفقات میں ذکر کیا ہے۔ مسلم اور نسائی نے اسے زکوٰۃ میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے کتاب البر میں۔ منہ

۵ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (بخاری)

باب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بیان میں کہ دین کیا ہے نصیحت اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے مسلمان حاکموں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے اور ارشاد ربانی جب کہ وہ نصیحت کریں اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔

توضیح: ۱۔ امام نے اس حدیث پر کتاب الایمان کو ختم کیا ہے یہ حدیث جلیل القدر ہے اور اسی پر اسلام کا مدار ہے امام نے گو اس کو معلق ذکر کیا ہے۔ امام مسلم و ائمہ اربعہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۲۔ نصیحۃ نصح الرجل ثوبہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی کپڑے کو سوئی سے سینا۔ توبۃ النصوح بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ گناہ سے دین میں خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ تو یہ اس خلا کو پُر کر دیتی ہے۔

۳۔ مازری کہتے ہیں نصیحۃ مشتق ہے نصحت العسل سے یعنی شہد کو اس کی آلائش سے پاک وصاف کرنا اسی لئے وہ بات جو غل وغش سے پاک ہو اس کو نصیحۃ کہتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

۵- الدین نصیحۃ یعنی دین نصیحت ہی ہے۔ اللہ کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات و صفات پر ایمان لایا جائے۔ اور اس کے منشا و مرضی کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ رسول کے لئے نصیحت کے معنی یہ ہیں جو کچھ اللہ کے رسول نے پیش کیا ہے اس کی تصدیق کی جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ ائمہ کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے اور عام مسلمانوں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ وہ آپس میں خلوص کے ساتھ رہیں۔ نیکی کے ساتھ تعاون کریں اور برائی سے عدم تعاون کریں۔

۶ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِي قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

جریر ابن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس پر ان امور پر بیعت کی۔ نماز کا قیام۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور ہر مسلمان کو نصیحت کرنا۔

توضیح : امام بخاری نے اس حدیث کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے چونکہ اس کا مضمون یہی ہے اس لئے ہم نے اس کو ترک کر دیا۔

جریر ابن عبد اللہ بن جابر بجلی : یہ وفات نبوی سے چالیس دن قبل اسلام لائے۔ یہ بہت حسین صحابی تھے اسی لئے لوگ ان کو یوسف کہتے تھے۔ یہ بڑے دیانت دار صحابی تھے۔ ایک مرتبہ ان کے غلام نے تین سو روپے میں ایک گھوڑا خریدا۔ انہوں نے جب گھوڑا دیکھا تو کہنے لگے یہ گھوڑا تو تین سو روپے سے زیادہ کا ہے تو سستا لایا ہے۔ فوراً مالک کے پاس گئے اور کہا اس کی قیمت تین سو روپے تو نے کم لی ہے۔ قیمت زیادہ کر۔ اس نے کچھ روپے اور زیادہ کر دیئے مگر انہوں نے اس کو کل رقم نو سو روپے دیئے۔

ان سے ایک سو حدیثیں مروی ہیں یہ کوفہ سے قرقیسیا چلے گئے تھے وہاں ۵۱ھ ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں بیعتیں ہوئی ہیں انہیں میں یہ بیعت ہے جس میں قیام نماز۔ ادائیگی زکوٰۃ اور امر بالمعروف پر بیعت ہوئی۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ ایک مسلمان کا فرض مذہبی یہ بھی ہے کہ حتی المقدور لوگوں کو نصیحت کرتا رہے۔ اور امر بالمعروف یہ تو ایک ایسا فریضہ ہے جس کو قرآن نے بھی تامرون بالمعروف کہہ کر امت مسلمہ کا فرض مذہبی قرار دیا ہے۔

نوٹ : کتاب الایمان اس حدیث پر ختم ہو گئی اس کے بعد کتاب العلم شروع ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

کِتَابُ الْعِلْمِ

علم کی تعریف اور اس کے اقسام : فلاسفہ کے نزدیک حصول الصورۃ یا الصورۃ الحاصلہ کا نام علم ہے۔ اور ماتریدیہ کے نزدیک علم ایک صفت ہے جو قلب میں ودیعت ہوتی ہے۔ جیسے قوۃ باصرہ آنکھ میں ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے۔ ۲- یہاں امام بخاری کا مقصد علم کی ماہیت

وحقیقت کو بیان کرنا نہیں کیونکہ یہ بات اس فن شریف سے تعلق نہیں رکھتی۔ ان کا مقصد علم کے متعلقات کو بیان کرنا ہے۔ یہاں علم سے وہ علم مراد ہے جس سے اللہ عزّ وجل کی رضا حاصل ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا علم صرف انبیا کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ وہی یہ جانتے ہیں کہ اللہ کی رضا کس بات میں ہے۔ اس لئے ایسے علم کے حصول کے لئے نبوت پر ایمان لانا شرط ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ علم اپنے معلومات کے لحاظ سے بے شمار قسم کا ہوتا ہے۔ اس میں سے ایک علم ظاہر ہے یعنی علم شرع۔ یہ مجموعہ ہے تفسیر۔ فقہ اور حدیث کا۔ اور علامہ شیخ عز الدین بن عبد السلام نے کہا۔ علم نحو و صرف و اصول وغیرہ ایسے علوم ہیں جو بدعت ہیں مگر ان کا حصول واجب ہے۔ (کیونکہ ان کے ذریعے قرآن و حدیث کے معانی و مفاہیم پر آدمی مطلع ہوتا ہے) اور علم باطن دو قسم پر ہے۔ اول علم معاملہ یہ فرض عین ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی دل کو پاک و صاف کرے۔ نفس کو مہذب بنائے۔ اخلاقِ ذمیمہ کو ترک کرے اور اخلاقِ حمیدہ صبر۔ شکر۔ زہد۔ تقویٰ۔ قناعت کو اختیار کرے۔

دوسری قسم علم المکاشفہ ہے جو قلب میں اس کے تزکیہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے تو پھر اس کے ذریعہ معانی مجملہ کھل جاتے ہیں۔ معرفت ذات و صفاتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

❁ وَتَنكَشِفُ لَهُ الأَسْتَارُ عَنْ لخبأاتِ الأَسْرَارِ۔	اور اسرار خفیہ سے پردے اٹھ جاتے ہیں۔

علم مکاشفہ کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ (قسطلانی جلد اول صہ ١٥٢)

❁ بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ۔ ١٨٨	یہ باب علم کی فضیلت کے بیان میں ہے۔

٣- اس باب میں امام بخاری نے ذیل کی دو آیتیں ذکر کی ہیں جن میں علم اور علما کی فضیلت کا بیان ہے۔

❁ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔	اللہ نے ان لوگوں کا درجہ بلند کیا جو تم میں سے ایمان لائے اور علم والوں کو درجے بلندی عطا فرمائی۔ اور قول باری ہے۔ اے اللہ! مجھے علم زیادہ دے۔

توضیح: پہلی آیت میں اس کا بیان ہے کہ مومن عالم کے درجے مومن غیر عالم سے بلند ہوں گے جس سے علم اور علم والوں کی فضیلت کا اظہار ہوا۔ دوسری آیت میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ آپ اپنے رب سے علم کی زیادتی کی دعا فرمایا کریں۔

❁ بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيثِهِ فَأَتَمَّ الْحَدِيثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّائِلَ۔	باب اس امر کے بیان میں جس سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے اور وہ مصروفِ گفت گو ہو۔ اور پھر اپنی بات کو پورا کر کے سائل کو جواب دے۔

اس باب میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے اس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مجلس نبوی میں تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوم سے گفت گو فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور اس نے سوال کیا۔ مَتَى السَّاعَةُ؟ قیامت کب آئے گی؟ حضور گفت گو میں مصروف رہے۔ حاضرین مجلس کا خیال ہے کہ

Scanned with CamScanner

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دورانِ گفت گو میں سائل کے سوال کرنے کو ناپسند فرمایا۔ یا سنا ہی نہیں۔ بہر حال جب آپ اپنی گفت گو ختم فرما چکے تو فرمایا۔ کہاں ہے قیامت کو پوچھنے والا۔ سائل نے لبیک کہا۔ حضور نے فرمایا۔

۰ فَاِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ فَقَالَ كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ (بخاری)

جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ اس نے عرض کی حضور امانت کے ضائع ہونے کا کیا مطلب ہے فرمایا۔ جب حکومت نا اہل کو دی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔

مسائلِ حدیث! حدیث ہذا کو امام نے کتاب الرقاق میں بھی ذکر کیا ہے۔ ۲۔ اس حدیث سے مسائل ذیل حاصل ہوتے ہیں۔ ۳۔ دین کے متعلق سوال ہو تو عالم کو جواب دینا واجب ہے۔

۴۔ سائل کو چاہیئے جب تک عالم دوسرے سے بات کر رہا ہے خاموش رہے۔ جب بات ختم ہو جائے تو پھر سوال کرے۔

(۵) عالم و مفتی کو چاہیئے کہ سائلوں کو ترتیب وار جواب دے ۶۔ عالم کو چاہیئے کہ سوالات کے جواب بقدر ضرورت دے اور اس میں سائل کے حال کا خیال رکھے ۷۔ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اقتدار نا اہلوں کو سپرد ہو یا لوگ جاہلوں کو اپنا امام۔ مفتی اور خلیفہ بنا لیں۔ حقیقت یہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اتنا اہم ہے کہ انسان کی دینی و دنیاوی فلاح و بہبود اسی پر موقوف ہے فرماتے ہیں جب کام نا اہل کے سپرد کر دیا جائے۔ امر سے مراد صرف خلافت و امامت یا صدارت وزارت ہی نہیں ہے بلکہ عام ہے۔ سنار کا کام اگر لوہار سے لیا جائے۔ ترکھان کے کام کے لیئے ایک حساب کے ماسٹر کو منتخب کر لیا جائے۔ یا انصاف کی خدمت ایک ظالم و جابر کے سپرد کر دی جائے۔ یا وزارت و امامت۔ خود غرض۔ لالچی۔ کمینے افراد کو دے دی جائے۔ تو اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ بالکل ظاہر ہے۔ ۱۸۹

۰ بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْعِلْمِ۔ جو علم کی بات پکار کر کہے اس کا بیان۔

یعنی بوقت ضرورت کسی مسئلہ شرعی کو بلند آواز سے بھی سنایا جا سکتا ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ لوگ غافل ہوں یا ہجوم ہو یا دور ہوں یا کسی امرِ دینی کو کما حقہٗ ادا نہ کر رہے ہوں۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس باب میں جو حدیث ذکر کی ہے اس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے:

"حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم حضور کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ حضور ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر قافلہ سے آملے۔ اس وقت نماز کا وقت ہو گیا

۰ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔

اور ہم وضو کر رہے تھے تو پاؤں پر پانی چپڑتے تھے اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز میں فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کیلئے آگ سے۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

مسائل حدیث: حدیث ہذا امام نے اس باب میں مکرر اور طہارۃ میں بھی ذکر کی ہے۔ نسائی نے علم میں اور مسلم نے طہارۃ میں ذکر کیا ہے۔ امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو لیا ہے۔ مسائل ذیل اس حدیث

Scanned with CamScanner

سے اخذ ہوتے ہیں۔ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ اعضائے وضو میں سے ہر عضو کا دھونا ضروری ہے۔ ذرا بھی کوئی عضو سوکھا رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔ مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس نے ایڑی نہیں دھوئی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ویل لاعقاب۔

* بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا وَ أَخْبَرَنَا وَ اَنْبَأَنَا۔

باب محدث کا حدثنا۔ اخبرنا اور انبانا کہنے کے بیان میں۔

امام بخاری کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ان تینوں مذکورہ بالا جملوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی وضاحت کے لئے حضرت سفیان بن عیینہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت حذیفہ کے قول پیش کئے ہیں۔ حدثنا کا معنی "حدیث بیان کی ہم نے" اخبرنا و انبانا کا معنی "خبر دی ہم کو"۔ ۲۔ اس کے بعد امام نے حدیث معنعن کی تین روایتیں پیش کرکے واضح کیا ہے کہ جس حدیث میں عن عن ہو وہ سماع پر محمول ہوگی جب کہ راوی کا ملاقات کرنا ثابت ہو جائے۔

* بَابُ طَرْحِ الْاِمَامِ الْمَسْئَلَةَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔

* عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ
شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَ اِنَّهَا ۱۹۰
مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ
قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ
قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ
اِنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ
قَالُوْا حَدِّثْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هِيَ
النَّخْلَةُ۔ (بخاری)

باب امام کا امتحان کے طور پر اپنے اصحاب سے سوال کرنے کے بیان میں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور یہ ہی مثال ہے مسلمان کی۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف گیا۔ عبداللہ کہتے ہیں میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور کا ہے لیکن میں نے شرم سے نہ کہا۔ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ہی بیان فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

* امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب العلم میں تین مرتبہ ذکر کیا ہے۔ مسلم نے کتاب العلم میں اور ترمذی و نسائی نے اختلاف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ۲۔ حدیث ہذا میں مسلمان کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی جیسے کھجور کا درخت اور اس کے اجزا و پھل بہت فائدہ مند ہوتے ہیں۔ تو ایسے ہی مومن کامل کا وجود معاشرہ کے لئے خیر و برکت ہوتا ہے۔ ۳۔ استاد اور عالم کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے اصحاب یا شاگردوں کا امتحان لینے کے لئے ان سے سوال کرے۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا۔ ۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے محض حیا کی وجہ سے جواب نہ دیا۔ حالاں کہ صحیح جواب ان کے خیال میں آچکا تھا۔ جس سے واضح ہوا کہ ایسے مواقع پر حیا کرنا جہاں کسی دینی امر میں خلل واقع نہ ہو جائز ہے۔ لیکن جہاں خلل ہو وہاں حیا جائز نہیں۔ جیسے مسائل حیض و نفاس نہ بتانا یا عورت کا نہ پوچھنا کہ اگر وہ ان

مسائل سے واقف نہ ہونگیں تو صوم وصلوٰۃ جو فرائض ہیں ان کی ادائیگی کیسے کریں گی۔ اس لئے حسب موقع وضرورت عالم کو عورتوں کے مخصوص مسائل کے بتانے میں حیا کرنا جائز نہیں ۵۔ کھجور اور اس کا پھل برکت والا ہے۔ کھجور کے فوائد اظہر من الشمس ہیں۔ قرآن پاک میں شجرۂ طیبہ سے اکثر مفسرین نے کھجور کے درخت ہی کو مراد لیا ہے۔ کہ جیسے کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں نہایت گہری اور مضبوط ہوتی ہیں۔ اسی طرح مومن کے قلب میں ایمان جاگزین ہوتا ہے یا جیسے کھجور کا درخت آسمان سے باتیں کرتا ہے اسی طرح مومن کے اعمالِ صالحہ کا کثیر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ ۶۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امثال واشتباہ سے مسائل کو سمجھانا مستحب ہے تاکہ سامع خوب اچھی طرح سمجھ جائے ۷۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ تشبیہ میں مشبہ کو سب باتوں میں مشبہ بہ کے مثل ہونا ضروری نہیں ہے۔ جیسے مسلم کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی گئی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھجور اور مسلمان میں من کل الوجوہ مشابہت ومماثلت ہے یا جیسے بہادر انسان کو شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے تو صرف وصف بہادری میں۔ یا جیسے قرآن میں فرمایا

ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔

کلمہ حصر بھی یہاں موجود ہے اور لفظی ترجمہ آیت کا یہ ہی ہے:

"یہ جانور اور پرندے وغیرہ تمہاری طرح ایک امت ہیں"۔

حالاں کہ ظاہر ہے جانور اور پرندے مکلف نہیں ان پر انسان کی طرح نماز روزہ وغیرہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو یہ تشبیہ بھی محض اللہ کی مخلوق ہونے میں ہے۔ کہ جیسے انسان اللہ کی مخلوق ہے۔ ایسے ہی یہ جانور وغیرہ بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا جیسا انسان ثابت کرنے کے 191
لئے انما انا البشر مثلکم کی رٹ لگایا کرتے ہیں۔ ۸۔ اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سوال کرنا عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا۔ حالاں کہ آپ کو جواب معلوم تھا یا جیسے اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ حالاں کہ اللہ عزوجل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی چیز کا علم تھا۔ وہابیہ و دیابنہ اسی مضمون کی حدیثیں پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ دیکھو حضور نے سوال کیا تو اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ سوال کیوں کرتے۔ حالاں کہ ایسا کہنا سخت جہالت ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سائل کو جواب معلوم ہوتا ہے مگر اس کے باوجود وہ سوال کرتا ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال فرمایا۔ یا حضور نے صحابہ کرام سے سوال کئے۔ لہٰذا حضور کے سوال کرنے کو آپ کے عدم علم کی دلیل بنانا ہر طرح باطل ہے۔ ۹۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ یعنی حدثنی اور حدثنا کے لفظ کی تحقیق کے لئے امام نے اس حدیث کو ذکر فرمایا۔

بَابُ القِرأۃِ والعَرْضِ علی المحدث۔

"باب محدث کے سامنے پڑھنے اور اس پر عرض کرنے کے بیان میں۔"

یعنی حدیث کی روایت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ استاد اور شیخ شاگرد کو خود حدیث سنائے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شاگرد استاد کی "کتاب حدیث" کو حفظ کر کے یا کتاب کو ناظرہ پڑھ کر استاذ کو سنائے۔ یہ دونوں طریقے جائز اور قابلِ اعتماد ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں امام بخاری نے حضرت حسن بصری۔ حضرت سفیان ثوری و حضرت امام مالک وغیرہم سے اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ اس کے بعد امام نے یہ حدیث لکھی ہے جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہم حضور کے ہمراہ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار مسجد میں داخل ہوا۔ پھر اس نے اونٹ کو بٹھایا اور مسجد میں باندھ دیا۔ کہنے لگا۔ تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کس کا نام ہے حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جلوہ فرما تھے۔ ہم نے کہا یہ جو سرخ و سفید رنگ کے تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں۔ اس نے کہا۔ اے عبدالمطلب کے فرزند۔ حضور نے جواب میں فرمایا میں نے سن لیا۔ اس نے کہا میں آپ سے سوال کرنے میں سختی کروں گا تو آپ مجھ پر غصہ نہ فرمائیں۔ حضور نے فرمایا :

سَل عما بدا لك فقال اسئلك
بربك ورب من قبلك الله ارسلك
الى الناس كلهم فقال اللهم
نعم قال انشدك بالله الله
امرك ان نصلى الصلوٰت الخمس
في اليوم والليلة قال اللهم
نعم فقال انشدك بالله الله
امرك ان نصوم هذا الشهر
من السنة قال اللهم قال ۱۹۲
انشدك بالله الله امرك ان
تاخذ هذه الصدقة
من اغنيائنا فتقسمها
على فقرائنا فقال اللهم
نعم فقال الرجل امنت
بما جئت به وانا رسول
من ورائي من قومي. وانا ضمام
بن اخو بني سعد.

پوچھ جو تجھ کو ظاہر ہو۔ اس نے کہا۔ میں قسم دیتا ہوں آپ کو آپ کے رب کی اور آپ سے پہلے والوں کے رب کی کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضور نے جواب دیا اللّٰھم نعم (ہاں) اس نے کہا میں آپ کو آپ کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم سال میں ایک مہینہ کے روزے رکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ لیں اور ہمارے فقراء پر خرچ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا جو آپ لائے میں اس پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کا قاصد ہوں اور میں ضمام ابن ثعلبہ ہوں۔ سعد ابن بکر کی قوم سے۔

ف : یہ حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ حضرت ضمام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گفتگو اس حالت میں کی تھی جب کہ آپ ابھی پوری طرح آدابِ رسالت سے واقف نہ تھے اور نہ حضور کو اس گفتگو سے قبل پہچانتے تھے۔

بَابُ مَا يذكر في المناولة وكتاب اهل العلم بالعلم الى البلدان

اس کے بعد امام بخاری نے حدیث روایت کرنے کے چند طریقے بیان فرمائے ہیں :

مناولہ و مکاتبہ : ۱۔ مناولہ : جس کی صورت یہ ہے کہ استاد اپنی حدیث کی کتاب شاگردوں کو دے کر یہ کہے کہ

Scanned with CamScanner